THE EDUCATIONAL AND TRAINING POLICY OF HOLY PROPHET (P.B.U.H.)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمی وتربیتی پالیسی

سردار احمد اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ عربی وفاقی اردو یونیورسٹی کراچی
خلیل احمد اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ عربی وفاقی اردو یونیورسٹی کراچی

ABSTRACT: *God has made the personality of the holy prophet as an example for us where he has bestowed prophet hood on the holy prophet there the start of first revelation with ''Read'' indicates the importance and necessity of the knowledge. In order to give supremacy upon Angels, God made Adam to the learnt the names of things. In short, from Adam to the holy prophet means God has granted supremacy to knowledge right from the first prophet to the last prophet. It is certain that that the God sent the last holy prophet illiterate so that people can evaluate that the treasure of knowledge is directly entrusted to him by God. What was the method of learning & training for this education, it is evaluated by going through the life of the holy prophet that the method of learning was simple, easy and understandable? There was no constrains of age and position, that was the reason that the followers of the holy prophet could be enriched with knowledge in their elder ages. The institutes were formally established to give significance to knowledge. The persuasion of good sports and anger on study of bad material, all these are guideline for a teacher in addition to education. The broadness of teaching was so much that the students were taught Suryani Language in order to write letters to non-Muslims and answer them. It is the beautiful aspect of the life of the prophet that the teaching and training were not counted separately. The prophet was not only a perfect teacher but also a perfect patron. The method of teaching and training was so kind the no one was hesitated to acquire knowledge. The holy prophet responded very kindly to hard questions asked innocently. When and on what wrong words the holy prophet showed his anger, how much physical torture was there in his mode of teaching the guidance is available for us in all these matters through the events of life of the Holy Prophet (S.A.W)*

KEYWORDS: *personality, institutes, established, teaching, letters, Holy Prophet (S.A.W)*

کلیدی الفاظ: علمی ارتقاء، رسول معلم، تعلیمات، تربیتی پالیسی، وحی، اسلام کی فضا

خلاصہ:

اللہ نے نبی کریم ﷺ کی ذات کو ہمارے لیے اسوہ بنایا ہے۔ جہاں نبی علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی، وہاں پہلی وحی ''اقرا'' سے شروع کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ علم سب سے اہم اور سب ضروری ہے۔ ابا آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر فوقیت دینے کے لیے ان کو اشیاء کے اسماء کا علم دیا۔ غرض ابا آدم سے لے کر سرور دو عالم تک، یعنی پہلے نبی سے لے کر آخری نبی تک علم ہی کو فوقیت عطا فرمائی۔

علم کا مقصد، اپنے رب کی معرفت:

انسان کو حیوانات سے ممتاز کردینے والی اشیاء میں سر فہرست اس کا علمی ارتقاء ہے۔ رسول معلم ﷺ کی سب سے پہلی وحی اسی بارے میں نازل ہونا اس کے امتیاز کی سب سے وزنی دلیل ہے۔ جبریل علیہ السلام جب آپ ﷺ کے پاس پہلی وحی لے کر آئے تو سب سے پہلے ''اقرا'' یعنی پڑھنے کا حکم دیا، آیت مبارکہ پر اگر غور کریں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ سب سے اہم کام اور اس کا مقصد دونوں ساتھ ہی ذکر کر دیے گئے۔ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝[1] پڑھنا ہے، اور اس رب کے نام کے ساتھ پڑھنا ہے جس نے ہمیں پیدا کیا، گویا پڑھنے پڑھانے کا اصل مقصد اللہ رب العزت کو پہچاننا ہے، جس کو انتہائی تعلیمات کے باوجود معرفت اور خشیت حاصل نہ ہوئی گویا مقصد سے محروم ہو گیا اور اگر کوئی کسی انجان یا بے نام جگہ رہ کر بھی تعلیم کے ذریعے رب تک پہنچ گیا، گویا اس نے مقصد کو حاصل کر لیا۔

زندگی بھر طالب علم:

اللہ کے نبی ﷺ کو پڑھنے پڑھانے کا مشغلہ بہت محبوب تھا، اپنی زندگی کے مقاصد میں سے اس کو خاص طور پر ذکر فرمایا کہ ''میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں''[2] تاہم ساتھ ساتھ اپنے اصحاب کی ایسی تربیت فرمائی کہ ان کی زندگیاں بھی اسی مشغلے میں صرف ہوتی نظر آتی ہیں، اصحاب رسول ﷺ کے آثار میں جا بجا آپ کو ایسے اقوال اور ان کے حالات میں ان گنت مواقع پر آپ کو ایسا طرز عمل ملے گا کہ ان کی زندگیاں ان کاموں کے لیے وقف تھیں، چنانچہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ''عالم بنو، یا متعلم بنو، یا ان سے محبت کرنے والے بنو، یا ان کی اتباع کرنے والے بنو، پانچویں مت بننا، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے، اس روایت کے راوی حضرت حسن سے کسی نے پوچھا کہ پانچویں لوگوں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: مبتدع'' (بدعتی)۔

یہ روایت ایک طریق سے اللہ کے نبی ﷺ سے بھی ثابت ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہ قول منقول ہے۔[3]

آزاد طریقہ تدریس اور استاد کی جامع شخصیت:

اللہ کے نبی ﷺ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد ستون سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے، اور صحابہ کرام کو تعلیم دیتے۔ کوئی طالب قرآن سے متعلق سوال کرتا اور کوئی فرائض اور خواب کے متعلق دریافت کرتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی فن میں ماہر ہونا اگرچہ کمال ہے، لیکن شخصیت کا جامع ہونا اور کم از کم دو تین علوم پر دسترس ہونا بھی ضروری ہے۔ تاکہ طالب ایک ہی استاد سے بہت کچھ سیکھ سکے۔

اگر آپ کے پاس علم ہے اور آپ اسے لوگوں میں پھیلانا چاہتے ہیں تو آزاد طریقہ تعلیم سب سے آزمودہ ہتھیار ہے، آج ایسے لوگ بھی ہیں، جو لوگوں کی ضروریات اور پریشانیوں کو سمجھتے ہوئے مختلف اوقات میں کورسز کا انعقاد کرواتے ہیں، تاکہ کسی درجے میں آگاہی پھیل سکے۔ رسول اللہ ﷺ کے طریقہ تعلیم میں مادی اشیاء جیسے عمارت، آفس، دفتر کے بجائے افراد سازی پر سب سے زیادہ توجہ تھی، لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہم تعلیم کے ساتھ سہولیات کا ہر ممکن خیال تو رکھیں، لیکن اگر کبھی سہولیات میسر نہ ہوں تو تعلیم کو ہرگز پس پشت نہ ڈالا جائے۔ ہمارے طلبہ میں سہولیات کے حصول کا شوق انہیں بسا اوقات اچھی تعلیم سے محروم کر دیتا ہے، اس رویے کی بیخ کنی ضروری ہے۔

تعلیم ہر عمر میں:

تیسری ایک اہم چیز جو اس ادارے میں تھی، وہ یہ کہ حلقہ محمدی میں شامل ہونے کے لیے عمر کی کوئی قید نہیں تھی۔ ہر عمر اور مزاج کے اصحاب کے لیے علم الٰہی کو سیکھنا ضروری تھا اور سب ہی سیکھتے تھے۔ آج ہمارے دور میں پرائیوٹ داخلوں کے ذریعے شرح ناخواندگی میں بہت حد تک کمی آتی جا رہی ہے۔ ہمیں اب سمجھ جانا چاہیے کہ تعلیم کے لیے عمر کی کوئی قید نہیں ہے، یہ سبق ہمیں رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے بھی ملتا ہے اور اصحاب محمد ﷺ کے عمل سے بھی۔

تعلیم کے لیے ادارے کا لازمی قیام:

اسلام کے ابتدائی دنوں میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعلیم کی لازمی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ایک ادارے کی بنیاد رکھی گئی، ایک مکان مختص کیا گیا تاکہ وہاں لوگوں کو دین سکھایا جاسکے، چنانچہ دار ارقم کو یہ سعادت حاصل ہوئی، بیت اللہ کے پڑوس

اور صفا پہاڑ کے دامن میں یہ ایک محفوظ مقام تھا، جو حضرت ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہ کا گھر تھا، یہاں جمع ہونے کی ترتیب اندھیروں میں ہوتی تھی کہ اس وقت حالات سازگار نہ تھے۔ پتہ چلا کہ تعلیم کی اہمیت کے پیش نظر اس کو چھوڑا نہیں جا سکتا، بلکہ اس کی جب اور جو صورت ممکن ہو، دریغ نہیں کرنا چاہیے۔

تعلیم عملی (پریکٹیکل) ہو:

اس ادارے کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ یہاں نہ کتاب تھی، نہ قلم دوات، نہ تختہ سیاہ و سفید۔ یہاں تعلیم سینہ بسینہ کا رواج تھا۔ یہاں نو مسلم صحابہ کرام آتے تھے، اس وقت تک کی نازل شدہ وحی الٰہی کو حفظ کرتے تھے۔ اس وقت تک جاری شدہ احکامات جیسے نماز وغیرہ سیکھتے تھے۔ گویا وہاں علم کو عملی طور پر پریکٹیکل کے ذریعے سکھایا جاتا تھا۔ اب ابتدائی دنوں میں تعلیم کس طرح کی ہونی چاہیے، اس کے دونوں پہلو ہمارے سامنے آ گئے،

1: حفظ کے ذریعے۔

2: عملی مشق کے ذریعے۔ ماہرین تعلیم اور تدریس کے شعبے سے وابستہ حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ ان دو چیزوں کی تعلیم و تعلم میں کتنی اہمیت ہے۔

عملی تعلیم کی مثالیں سیرت نبوی ﷺ میں متعدد ہیں، مثلاً: نمازوں کے اوقات کے سلسلے میں اللہ رب العزت نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دو دن خصوصی طور پر اسی مقصد کے لیے بھیجا، پہلے دن ہر نماز کا شروع وقت اور دوسرے دن ہر نماز کا آخری وقت، حضرت جبریل کی امامت کے ذریعے آپ ﷺ کو بتایا گیا۔

اسی طرح مسجد نبوی میں منبر پر نبی کریم ﷺ کا نماز ادا کرنا اسی مقصد کے لیے تھا کہ آپ کی نماز کی کیفیت کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مشاہدہ کے ذریعے سیکھیں۔

مختلف فنون کی تعلیم:

مدینے میں جب اسلام کی فضا سازگار ہوتی چلی گئی تو اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت عبد اللہ بن سعید بن العاص کو معلم بنا کر مدینہ بھیجا۔ میز بانوں نے اسعد بن زرارہ نقیب الانصار کے گھر پر مدرسہ قائم کر دیا۔ یہ مدینے میں قائم

ہونے والا پہلا اور اسلام کا دوسرا مدرسہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن سعید کاتب تھے، خوش خط تھے، وہ لوگوں کو تحریر اور کتابت بھی سکھاتے تھے۔[4]

اللہ کے نبی ﷺ سے گھڑ سواری، تیر اندازی اور تیراکی سیکھنے کی ترغیب بھی ملتی ہے۔[5] اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ اپنے اصحاب کو مختلف فنون میں مہارت دلانا چاہتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ''المؤمن القوي خير وأحب إلى الله من المؤمن الضعيف''[6] یعنی رسول اللہ ﷺ کو پسند تھا کہ ان کے ساتھی مختلف فنون میں مہارت کے علاوہ جسمانی طور پر بھی مضبوط ہوں۔

ان درج ذیل واقعات سے ہم پر کچھ اہم چیزیں واضح ہوتی ہیں:

۱۔ رجال کار کی تیاری۔ اللہ کے نبی ﷺ نے پہلے تعلیمی ادارے سے تیار ہونے والے افراد کو مزید آگے پڑھانے کے لیے بھیجا تاکہ تعلیم و تعلم کا یہ سلسلہ چل پڑے اور مزید افراد اس سے بہرہ ور ہو سکیں۔ آج یہ چیز ختم تو نہیں تاہم کم ہو چکی ہے۔

۲۔ ہر اس چیز کا علم جس سے انسان کو چاہے دنیاوی فائدہ ہی کیوں نہ ہو، سیکھنے میں بخل یا اسے دینداری کے خلاف سمجھنا درست نہیں۔

۳۔ مختلف فنون میں تربیت حاصل کرنا اور تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنی صحت کا بھی خاطر خواہ لحاظ رکھنا، جسمانی ورزش کا اہتمام رکھنا بھی بہت ضروری ہے۔

یہاں ایک لطیف بات سمجھنا بھی ضروری ہے کہ اسعد بن زرارہ کے گھر پر جو تعلیمی ادارہ قائم کیا گیا تھا۔ وہی ان حضرات کی مسجد بھی تھی۔ نیز جب اللہ کے نبی ﷺ بنفس نفیس خود مدینہ تشریف لے آئے تو بھی مسجد نبوی کی تعمیر ضروری سمجھی، اور اسلام کے باقاعدہ مدرسے یعنی ''صفہ'' کا قیام عمل میں آیا۔ صرف یہی نہیں، تمام امور (جیسے قضاء وافتاء، تدریس، تذکیر، بیت المال، مستحقین کو تقسیم مال، مہمان خانہ، الغرض ہر قسم کے حکومتی، معاشرتی اور ثقافتی کام) مسجد میں انجام دیے جاتے تھے، اس بات پر صرف افسوس ہی کیا جا سکتا ہے کہ کسی بھی وجہ سے آج یہ تمام امور مسجد سے دور ہو چکے۔ تاہم ہمیں اس پر افسوس سے زیادہ اپنے اداروں کی بہتری کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

تعلیمی ہاسٹل کا قیام دور نبوی ﷺ میں:

مسجد نبوی کی تعمیر کے ساتھ بائیں جانب ایک چبوترہ (صفہ) تعمیر کیا گیا۔البتہ یہاں تعلیم اندھیروں کے بجائے روشنی میں دی جاتی تھی۔اس مدرسے کی خصوصیات میں سے اس کا اقامتی ہونا تھا۔ یہاں مسافر طلبہ کے لیے دارالاقامہ یعنی ہاسٹل کی سہولت بھی موجود تھی۔اس تعلیمی ادارے سے فارغ التحصیل حضرات کو قاری کہا جاتا تھا،وہ صاحب علم ہوتے تھے،ان کو تعلیمی ذمہ داریاں سپرد کی جاتی تھیں۔وہ اپنے قبیلے میں جاکر لوگوں کو تعلیم دینے کا فریضہ انجام دیتے تھے۔[7]

تعصب سے پاک تعلیم:

رسول اللہ کی زندگی میں تعلیمی حوالے سے ہمیں سب سے اہم بات یہ پتہ چلتی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے تعلیم کے حوالے سے کبھی متعصبانہ رویہ اختیار نہیں کیا،خود حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ یہودی خط ''سریانی'' سیکھ لو۔[8] لہٰذا تعلیمی مواقع میں دوسری زبانوں کا سیکھنا، دیگر فنون کی مہارت حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔اس کو برا یا غلط جاننا نادانی ہی ہو سکتی ہے۔ تعلیمی حوالے سے تعصبانہ رویے کی مذمت ضرور کی جانی چاہیے۔

تاہم یہ بات اپنی جگہ اہم ہے کہ ہر قسم کی چیزیں پڑھنے کے قابل نہیں ہوتیں،ان کو روکنے کے لیے بھی جامع پالیسی کی ضرورت ہے۔اسوہ نبوی ﷺ کی روشنی میں ہر ایسا علم وہنر اور فن وکسب، شریعت جس کو بے فائدہ سمجھتی ہے،اس کے حصول کی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی۔ مثلاً شطرنج، نرد شیر وغیر ذلک۔

درست مضامین کا انتخاب:

حصول علم کے لیے سب سے پہلے درست اور مناسب موضوع کا انتخاب لابدی ہے۔ جس میں سب سے بنیادی چیز وہ موضوع ہے جو متعلم کی دلچسپی کے میدان سے ہو،اسی طرح اس دور میں سوسائٹی اور معاشرہ میں اس کی ضرورت بھی ہو۔

رحمتِ دوعالم ﷺ نے فرمایا: ''بعض علم جہالت ہیں،ان کو نہ پڑھو''[9] پتہ چلا کہ انسان کو بحیثیت استاد اپنے طالب علم کی اچھے اور برے کی رہنمائی کرنا اشد ضروری ہے،غلط معلومات سے روکنا بھی استاد کی ذمہ داری بنتی ہے۔اس کے لیے استاد کو اچھی تدابیر کے ذریعے طلبہ کو درست معلومات بہم پہنچانی چاہئیں۔

آج کے دور میں جب کہ علم کے نام پر لوگوں میں افواہوں اور من گھڑت چیزیں پھیلانے کا رواج جڑ پکڑ چکا ہے،ضرورت ہے کہ اپنے طلبہ میں تحقیق کا ذوق پیدا کیا جائے۔تاکہ وہ آگے چل کر بے بنیاد چیزوں کے بجائے تحقیق کے راستے کو اپناتے ہوئے ملک و

ملت کا نام روشن کر سکیں۔ اسی طرح ہمارے لیے یہ بھی لازم ہے کہ ہم ہر چیز میں اپنے نبی ﷺ سے رہنمائی لیں کہ حیات فانی کا کوئی گوشہ انہوں نے تشنہ نہیں چھوڑا، ہر اہم چیز کے بارے میں ان کے ارشادات موجود ہیں۔

معلّم و مربّی اسوہ رسول ﷺ کے مطابق:

تعلیم کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے اور اس حوالے سے رہنمائی فراہم کرنے والے نبی کی ایک ایک ادا محدثین و فقہاء کی مہربانی سے آج ہم تک صحیح طور پر محفوظ بھی ہے۔ تاہم دیکھنا یہ ہے کہ سنت و سیرت ہماری اس حوالے سے کیا رہنمائی کر رہی ہے۔

نبیِ معلّم ﷺ کے ساتھی جن کو اصحاب محمد ﷺ کہا اور پڑھا جاتا ہے، نبی کریم ﷺ سے مختلف حیثیت سے تعلق رکھتے تھے، وہ بیک وقت عاشق بھی تھے، عامل بھی تھے، عارف بھی تھے۔ نبی ﷺ کی موجودگی میں دین کی باتیں سیکھنے کا مرکزِ واحد آپ ﷺ کی ذات تھی، لہٰذا یہ حضرات رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کے شاگرد بھی تھے۔ لہٰذا ان کی سیرت سے ہمیں تعلیمی حوالے کے ساتھ ساتھ تربیت کے میدان میں بھی بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے۔

تربیت تعلیم کا لازمی جزو:

تربیت تعلیم کا جزو لاینفک ہے، جسے تعلیم سے ہر گز جدا نہیں کیا جا سکتا، تعلیم کا بنیادی مقصد شعور بتلایا جاتا ہے، اور یہ شعور استاد کی تربیت کے بغیر اجاگر ہونا بہت مشکل ہے، صحابہ رضوان اللہ علیہم کو شاگرد کے روپ میں دیکھیں اور رسول اللہ ﷺ کے انداز تربیت پر غور کریں تو یہ موضوع بہت طویل ہونے کے علاوہ دلچسپ بھی ہو جاتا ہے۔ ایک استاد کو اپنے شاگردوں کی کس طرح تربیت کرنی چاہیے، ان کے سوالوں پر، شاگردوں کے منفی برتاؤ پر، غصہ دلانے پر، کس طرح کا ردعمل پیش کرنا چاہیے۔ شاگردوں کی عزت نفس کا کتنا خیال رکھنا چاہیے، ان کو کب اور کس طرح تنبیہ کرنی چاہیے، سزا کا کتنا اور کیا معیار ہونا چاہیے۔ یہ سب سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں آج ہمارے سامنے ہے۔

غصہ دلانے والے سوال پر خوش اسلوبی سے جواب:

مثلاً ایک مرتبہ ایک شاگرد نے حاضر ہو کر زنا کی اجازت مانگی، یہ ایک ایسا موقع تھا کہ ہم میں سے کوئی بھی خود پر رکھ کر سوچ سکتا ہے کہ کس قدر غصہ دلانے والا موقع تھا، لیکن استاد و مربی رسول اللہ ﷺ کی ذات مقابل تھی، لہٰذا ایسے اسلوب سے سمجھایا کہ آئندہ آنے والے اساتذہ بھی اس سے سبق سیکھ سکیں، قریب بلوایا اور پیار سے مثال دے کر سمجھایا کہ اگر کوئی یہ کام تمہارے گھر والوں

کے ساتھ کرنا چاہے تو کیا تم قبول کرلو گے؟ نیز اسی طرح دو تین مثالیں دے کر اس کو نرمی سے سمجھا کر قائل کر لیا، راوی کہتے ہیں اس محبت بھری ترغیب کے بعد مذکورہ شاگرد کا دھیان بھی کبھی اس گناہ طرف نہیں گیا۔[10]

غم کے موقع پر طلبہ کی دادرسی:

ایک مرتبہ ایک کم عمر صحابی رضی اللہ عنہ (جن کی کنیت ابو عمیر تھی) اپنے پرندے کی موت پر غمزدہ بیٹھے تھے، اللہ کے نبی ﷺ ان کے پاس آئے اور دل لگی کے انداز میں فرمایا "یا أبا عمیر ما فعل النغیر" ترجمہ: اے ابو عمیر! نغیر کو کیا ہوا؟[11] "نغیر" یہ چڑیا کے مثل چھوٹا سا پرندہ ہوتا ہے، جس کی چونچ لال ہوتی ہے۔[12] اس جملے میں دل لگی اور ہمدردی کا اندازہ اسی شخص کو ہو سکتا ہے، جو کسی شخصیت سے بہت متاثر ہونے کے علاوہ اس سے بے پناہ محبت بھی رکھتا ہو، ایسی کسی ہستی کا اس قدر پوچھ لینا بھی بہت ہوتا ہے۔

تربیت کے لیے حسب موقع غصہ بھی ضروری:

امام شافعیؒ کا مشہور مقولہ ہے کہ جس کو غصہ نہ آئے وہ گدھا ہے[13]۔ لہٰذا استاد کو کسی موقع پر غصہ بھی آسکتا ہے، لیکن اس غصے میں انداز کیا ہو اور غصہ کس حد تک ہو، آیئے دور نبوی ﷺ کی ایک جھلک دیکھتے ہیں:

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ تقدیر کے مسئلے پر مباحثہ کر رہے ہیں، اللہ کے نبی ﷺ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا فرمایا: کیا اسی بات کا تم لوگوں کو حکم کیا گیا ہے؟ کیا اسی چیز کے لیے تم لوگوں کو پیدا کیا گیا ہے؟[14]

راوی اس روایت میں ایک بات یہ بھی فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ کا چہرہ انار کی مانند سرخ ہو گیا، اصحاب عقل جانتے ہیں کہ ایسا صرف غصے کی شدت میں نہیں، بلکہ شدید غصے کو برداشت کرنے کی صورت میں ہوتا ہے، لہٰذا سیکھنے کی پہلی چیز تو یہ ہے کہ آخری حد تک غصہ برداشت کرنے کے علاوہ شاگردوں کو واپس درست موضوع کی طرف موڑنا بھی استاد کی رہنمائی میں داخل ہے، لہٰذا ان کو ساتھ یہ بھی فرمایا کہ "کیا اسی چیز کا تم لوگوں کو حکم کیا گیا تھا؟" گویا مقصود اصلی کی طرف رہنمائی فرمادی کہ جس کام کا تم لوگوں کو حکم کیا گیا ہے اسی طرف اپنی توجہ مرکوز رکھو۔

سزا کا معیار:

اللہ کے نبی ﷺ نے کبھی اپنے شاگردوں کو سزا نہیں دی، اس کا اگرچہ یہ مطلب نہیں کہ سزا دینا درست نہیں، تاہم جس انداز سے تربیت اللہ کے نبی ﷺ نے کی، اس کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم بھی اسی نہج پر اپنے طلبہ کی تربیت کریں اور اگر کہیں مار کو ناگزیر خیال کریں تو پھر رسول اللہ ﷺ کی بیان کردہ حدود سے ہرگز تجاوز نہ کریں۔ چنانچہ اللہ کے نبی ﷺ نے بچوں کو نماز سے متعلق تاکید

کرتے ہوئے فرمایا کہ: ” اور نماز نہ پڑھنے پر ان کو مارو، جب وہ دس سال کے ہو جائیں “[15]

اس روایت میں اگرچہ مار کا ذکر ملتا تو ہے، لیکن فقہاء کرام نے اس کی حدود مقرر کی ہیں[16] کہ

۱۔ لکڑی وغیرہ کے بجائے ہاتھ سے مارا جائے۔

۲۔ ہلکے ہاتھ سے مار لگائی جائے۔

۳۔ تین دفعہ سے زیادہ نہ مارا جائے۔

۴۔ چہرے اور جسم کے نازک اعضاء پر نہ مارا جائے۔

آخری بات:

اپنی بات کا اختتام ایک دانا کی بات پر کروں گا کہ

” اچھی اچھی ساری باتیں کہی، لکھی اور پڑھی جا چکیں، بس ان پر عمل باقی ہے “۔

اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حوالہ جات

---

1 سورۃ العلق: 1.

2 ابن ماجہ، أبو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن بن ماجہ، فی الایمان وفضائل الصحابۃ والعلم، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، دار الفکر، بیروت، رقم الحدیث: 229۔

3 أبو بکر البیهقي، أحمد بن الحسین بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، (المتوفى: 458ھ)، المدخل الی السنن الکبری، رقم الحدیث: 288۔

4 أیضا، رقم الحدیث: 288۔

5 نسائی، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعیب بن علي الخراساني، سنن النسائی، ابواب الملاعبة، باب ملاعبة الرجل زوجتہ، رقم الحدیث: 8882۔

6 نیساپوری، مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشیري، صحیح مسلم، باب معرفة الرکعتین الخ، رقم الحدیث: 2664۔

7 محمد سلیم، اسلام کا نظام تعلیم، زوار اکیڈمی پبلیکیشنز، ناظم آباد، کراچی، اشاعت پنجم اکتوبر 2017ء، ص: 27

8 ترمذی، محمد بن عیسی بن سَوْرة بن موسی بن الضحاک،، أبو عیسی (المتوفی: 279ھ-) سنن الترمذی، ابواب الاستئذان والآداب، باب ماجاء فی تعلیم السریانیۃ، مطبع مصطفی البابی الحلبی، رقم الحدیث: 2715۔

9 سجستانی، أبو داود سلیمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الأزدي، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب ماجاء فی الشعر، دار الکتاب العربی، بیروت، رقم الحدیث: 5041۔

10 ابن ماجہ، احمد بن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل، مؤسسۃ الرسالۃ، رقم الحدیث: 22211۔

11 سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب ماجاء فی الرجل یتکنی ولیس لہ ولد، دار الکتاب العربی، بیروت، رقم الحدیث: 4971

12 ابو غدہ، عبد الفتاح، الرسول المعلم واسالیبہ فی التعلیم، رقم الصفحۃ: 163۔

13 بیہقی، أحمد بن الحسین بن علي بن موسی الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بکر البیهقي (المتوفی: 458ھ-)، شعب الایمان، باب العشرون من شعب الایمان، وہو باب فی الطہارات، فضل الوضوء، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی: 1410، تحت رقم الحدیث: 8734۔

14 ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، ف ی الایمان وفضائل الصحابۃ والعلم، باب فی القدر، دار الفکر، بیروت، رقم الحدیث: 85۔

15 سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب متی یؤمر الغلام بالصلاۃ، دار الکتاب العربی، بیروت، رقم الحدیث: 495۔

16) ابن عابدین شامی، محمد أمین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الدمشقي الحنفي (المتوفی: 1252ھ-، رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحضر والاباحۃ، فصل فی البیع، دار المعرفۃ، ج: 9، ص: 710۔